ایک درس مکتب اسلام سے

آقائے شریعت صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب طاب ثراہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

وحی یا اشارۂ مرموز

اللہ کی طرف سے معین کردہ پیغمبروں کی ضرورت اسی لئے تو ہے کہ وہ فطرت کے مطابق ایسے قوانین کی تعلیم دیں جو خالق فطرت اللہ نے انسان کی مادی، روحانی اور نفسانی ضروریات کا لحاظ رکھ کر اس کے لئے بنائے ہیں۔ ان قوانین کا علم عام انسانوں کو تو پیغمبر کے ذریعہ سے ہوگا لیکن پیغمبر کو ان کا کیونکر علم ہوگا۔ اس خاص ربط وتعلق کو جو اللہ اور اس کے نبی کے درمیان ہوتا ہے اور جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں۔ جس کے ذریعہ الٰہی پیغام اس تک پہنچتا ہے اور وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے ''وحی'' کہتے ہیں۔ نبوت کے انہی دو پہلوؤں یعنی اللہ سے حاصل کرنے اور بندگان خدا تک پہنچانے کی صلاحیت کی طرف قرآن مجید کی آیت کریمہ **قل انما انا بشر مثلم یوحیٰ الیّ** میں اشارہ ہے ۔ میں تمہارے جیسا انسان ہوں (لہٰذا تم سے ربط ہے کہ پیغام رسانی کر سکوں) مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے (یہی وہ پیغام ہے جو تم کو دینا ہے) وحی کے معنی عربی میں راز میں بات کرنا، اشاروں کنایوں میں کسی حقیقت کو ظاہر کرنا جسے مخاطب کے علاوہ دوسرا نہ سمجھ سکے۔ قرآن مجید میں وحی کا استعمال مختلف مواقع پر ہوا ہے۔ شیطانی وسوسوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتی ہے۔ **وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم** شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں (برائیوں کے) جذبات ابھارتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے کوئی بات دل میں آجانے کے لئے بھی وحی کی لفظ آتی ہے جیسے **اوحینا الی ام موسیٰ** ہم نے مادر جناب موسیٰ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ موسیٰ کو دودھ پلاتی رہیں اور جب ان کے بارے میں خوف پیدا ہو تو دریا کی لہروں کے سپرد کر دیں۔ فطرت کے اشارے کے لئے بھی اس کا استعمال کیا گیا ہے جیسے شہد کی مکھی کے لئے فرمایا گیا: **واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا** اللہ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی (یعنی ان کی فطرت میں یہ بات قرار دی) کہ اپنے چھتے پہاڑوں، درختوں اور انسان کی بنائی ہوئی بلند عمارتوں میں بنائے ان تمام مواقع پر وحی کا استعمال پوشیدہ اشارے یعنی لغوی معنوں میں ہوا ہے۔ چاہے یہ اشارہ شیطان کی طرف سے ہو یا اللہ کی طرف سے اور یا فطرت کی طرف سے ہو۔ وحی کے اصطلاحی معنی اس رابطہ اور تعلق کے ہیں جس کے ذریعہ سے اللہ اپنی مرضی کا اظہار انبیاء ومرسلین کے لئے اس طرح کرتا ہے کہ اس کے پیغام الٰہی ہونے میں ان انبیاء کو ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا اور کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

یقیناً مرکز وحی قرار پانے کے لئے انسان کے نفس میں ایسی پاکیزگی اور بلندی ہونا ضروری ہے کہ خطاب الٰہی کا مستحق قرار پا سکے مگر صرف نبی کی استعداد ہی کافی نہیں، اللہ

کی طرف سے رابطہ قائم ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہیں کہ جس میں وحی حاصل کرنے کی صلاحیت ہو وہ جب چاہے یہ رابطہ قائم کرکے جو چاہے معلوم کر لے۔ بلاتشبیہ صرف سمجھانے کے لئے بطور مثال ریڈیو اسٹیشن سے لاکھ صدائیں نشر ہو رہی ہوں مگر ہم نہیں سن سکتے جب تک ہمارے پاس ان لہروں کو جذب کرنے کا ذریعہ نہ ہو۔ لیکن کیا اس وسیلہ کا جو برقی لہروں کو قابل سماعت بنا سکے ہمارے پاس موجو ہونا کافی ہے۔ جی نہیں! مرکز سے صوتی لہروں کا نشر ہونا ضروری ہے ورنہ آپ کا ریڈیو خاموش رہے گا۔

غیر نبی کے لئے یہ سمجھا ممکن نہیں کہ وحی کی کیفیت کیا ہوتی ہے اور کوئی تعجب کی بات بھی نہیں۔ کیا اگر سماعت کی حس کسی میں موجود نہ ہو تو کیا وہ سمجھ سکتا ہے؟ ہر صوتی لہریں کان کے پردے سے کیونکر ٹکراتی ہیں، اور آواز میں کس طرح تبدیلی ہوتی ہے؟

جن کی نگاہوں میں روشنی نہ ہو وہ لاکھ سمجھانے بھی نہیں سمجھ سکتے کہ لال نیلا اور زرد رنگ کیسا ہوتا ہے۔ ان میں آپس میں کیا امتیاز ہوتا ہے اور آنکھ ان کے درمیان کیونکر فرق محسوس کرتی ہے جب اربوں انسان اور لاتعداد جانوروں کو جو قوتیں حاصل ہیں ان سے اگر کوئی محروم ہو تو وہ اس کیفیت کو محسوس نہیں کر سکتا تو اس خاص صلاحیت کو دوسرے لوگ کیسے سمجھ سکتے ہیں جو کسی زمانہ میں ایک یا چند افراد کو حاصل ہوتی ہو۔ چونکہ یہ افراد اتنے بلند کردار ہوتے ہیں کہ ان کی طرف غلط دعوے کی نسبت بھی نہیں دی جا سکتی۔ اس کے علاوہ جو باتیں وہ بیان کرتے ہیں ان کی صداقت مختلف طریقوں سے ثابت ہوتی ہے لہٰذا دعوے کا انکار ممکن نہیں۔

عصمت

اللہ کی طرف سے منتخب شدہ رہنماؤں کے لئے چاہے وہ انبیاء ہوں یا رسالتمآبؐ کے ان کے نائب ہوں، معصوم ہونا ضروری ہے۔ عصمت اس ملکہ کا نام ہے جس کی بنا پر صاحب عصمت گناہان کبیرہ وصغیرہ سے محفوظ رہے۔ اسی کے ساتھ اللہ کی طرف سے لطف بھی ضروری ہے جو سہو ونسیان اور نادانستہ غلطیوں سے محفوظ رکھے۔ عصمت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کو بھی اعتماد ہو کہ یہ میری طرف کسی بات کی غلط نسبت نہیں دیں گے اور بندوں کو بھی یقین ہو کہ جو کچھ پہنچایا اس میں ذرا سی بھی کمی بیشی نہیں ہے، بالکل وہی ہے جو اللہ نے بھیجا ہے۔ چونکہ انبیاء صرف پیغامبر کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان کا کردار وعمل نمونہ اور مثال بھی ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید میں رسالتمآبؐ کے لئے ارشاد ہے ''**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم**'' (۱۲:۱۴) اے رسول کہہ دیجئے اگر تم لوگ اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گذشتہ گناہ معاف کردے گا۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے ''**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخر ذکر اللہ کثیرا**'' (احزاب ۲۱) تمہارے لئے بہترین سیرت رسول کی ہے یہ اس کے لئے ہے جو اللہ اور قیامت کے دن سے امید وابستہ کیے ہو اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔ اللہ اس کے عمل کو نمونہ نہیں بنا سکتا جو ٹھوکریں کھاتا ہو اور غلطیاں کرتا ہو۔ قرآن مجید میں علماء یہود کی یہ کہہ کر مذمت کی گئی ہے **لما تقولون ما لا تفعلون** تو وہ یہ کیسے پسند کرے گا کہ اس کے نمائندے

دوسروں کو تو خیر کی دعوت دیں اور خود اپنی کہی باتوں پر عمل پیرا نہ ہوں۔ قرآن مجید میں رسالتمآبؐ کے بارے میں حکم دیا گیا ''مااتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا'' رسول جو حکم دیں اس کو بجالاؤ اور جس بات سے روکیں اس سے باز رہو۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے بھی رسول کی اطاعت کی۔ اس طرح عمومی اطاعت کا حکم اسی کے لئے دیا جاسکتا ہے جس سے غلطی کا امکان نہ ہو۔ دونوں جگہ رسالتمآبؐ کا نام لے کر اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا لفظ رسول یعنی عہدے سے اطاعت متعلق کی گئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسالت کا عہدہ اطاعت کی بنیاد۔ ایک آیت میں جناب ابراہیمؑ سے خطاب کرکے ارشاد ہوا ہے: لاینال عھدی الظالمین میرا عہدہ ظالم کو نہیں مل سکتا۔ ''عہدی'' میں اللہ کی طرف کا ہر معین کردہ عہدہ شامل ہے چاہے وہ نبوت ہو یا رسالت ہو یا امامت۔ اسی طرح سے ظلم کے عہدہ میں ہر ظلم اور بے جابات شامل ہے چاہے وہ غیر پر ہو یا اپنے نفس پر۔ ہر گناہ میں کم از کم اپنے نفس پر ظلم ضرور ہوتا ہے کیونکہ ہر معصیت سے مرتبہ میں کمی آتی ہے۔ تو آیت سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ کی طرف سے معین کردہ کوئی عہدیدار کسی قسم کی بھی غلطی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شخص پوری عمر ہر طرح کے گناہ سے کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن جب ہم اس پر توجہ کریں کہ معصومین وہ افراد ہوتے ہیں جن کی نظر میں اللہ کی عظمت اور اس کا جلوہ وجلال پوری طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔ وہ اس باعظمت ذات کے اپنے حالات پر ہر وقت نگراں ہونے کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ ان کو اس کا بھی مکمل علم ہوتا ہے کہ ہر گناہ کے نفس پر کیا مضر اثرات پڑتے ہیں اور نفس میں کیسی پستی آتی ہے تو کیا کسی بادشاہ کا مقرب بارگاہ جس کے دل پر سلطان کی عظمت کا سکہ جما ہوا ہو اس کے روبرو اس کی نافرمانی کی جرأت کرسکتا ہے۔ کیا ایسا شخص جو زہر کے اثرات سے واقف ہو اور خودکشی کا ارادہ نہ رکھتا ہو، جان بوجھ کر زہر کھا سکتا ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں ممکن نہیں تو اللہ کے مقرب افراد اس کو حاضر وناظر جانتے ہوئے اور گناہ کی گندگی سے بھی پوری طرح واقف ہوتے ہوئے کیسے گناہ کرسکتے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ عصمت جبری نہیں ہوتی تاکہ یہ خیال ہو کہ اللہ ہی نے تو ان لوگوں کے معصوم بنادیا اس میں ان کے عمل اور ارادے کا کیا دخل تھا کہ اجر وثواب کے مستحق قرار پائیں۔ لیکن ہمارے بیان سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ معصومین چاہے انبیاء ہوں یا ائمہ اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے نفس پر قابو رکھتے ہوئے کوئی ایسی بات نہیں کرتے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ''ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ'' تم لوگ کچھ چاہتے ہی نہیں مگر وہ جو اللہ چاہے کا صحیح مصداق ہیں۔

آخری نبی

ہر ابتداء کی ایک انتہا اور ہر مسافر کی ایک منزل ہوتی ہے۔ ساکت وجامد مادے نے سفر شروع کیا۔ کہکشاؤں اور ستاروں کی منزل کمال وہ زمین تھی جو جانوروں کا مرکز قرار پاسکی۔ ذی حیات اور سانس لینے والے جانداروں کی تکمیل انسان کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ انسانیت کے کمال اور

صلاحیتوں کی انتہا نبوت و رسالت قرار پائی ۔ نبوت منزل کمال کی طرف گامزن رہی یہاں تک کہ آخری نبی خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیؐ کی ذات میں اس کی تکمیل ہوئی ۔ آپ اللہ کے آخری پیغام اور آخری شریعت کے ساتھ مبعوث ہوئے ۔ اس شریعت کے لئے ارشاد ہوا ''**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**'' آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا ، اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور (اے نوع انسان) تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا۔ اب اسمیں کوئی تغیر وتبدیلی ، زیادتی وکمی ''اکمال''، ''اتمام'' اور ''رضاء الٰہی'' کے منافی ہے ۔ رسالتمآبؐ کے لئے قرآن نے تصریح کردی ''**ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین**'' محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے لئے خاتم ہیں ان کی ذات پر سلسلہ نبوت تمام ہوگیا۔

رسالتمآبؐ سے پہلے امکان تھا کہ ان انبیاء ومرسلین کے علاوہ بھی جن کا نام قرآن یا صحیح احادیث میں ذکر نہیں ہے سچے پیغمبر ہوں کیونکہ قرآن مجید نے اعلان فرمادیا تھا **لکل قوم ھاد** ہر قوم کے لئے ہماری طرف سے ہدایت کرنے والے آتے ہیں **ورسلا قد قصصناھم علیک من قبل و رسلا لم نقصصھم** اور ایسے رسول بھی ہیں جن کے واقعات تم سے بیان کردیئے اور ایسے رسول بھی ہیں جن کا تذکرہ تم سے ہم نے (قرآن میں) نہیں کیا ۔ لیکن رسالتمآبؐ کے بعد جو بھی نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے وہ غلط گو اور جھوٹا ہے ۔ رسولؐ کے بعد کسی کو نبی ماننے والے چونکہ قرآن اور متواتر احادیث کی جن سے ختم نبوت ثابت ہے انکار کررہے ہیں لہٰذا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں ۔

قرآن پائندہ معجزہ

معجزے کی ضرورت:۔ نبوت ایک عظیم الشان عہدہ ہے ۔ نبی کی اطاعت تمام دنیوی اور اخروی امور میں واجب ہوتی ہے ۔ تفوق اور برتری کی ہر طلب انسان کی فطرت میں داخل ہے ۔ ہر شخص دوسروں پر حکم چلانا چاہتا ہے ۔ چھوٹے چھوٹے عہدوں کے حصول کے لئے یہ دیکھے بغیر کہ اہمیت ہے یا نہیں لوگ جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں ۔ بوالہوس اور حریص انسان عہدوں کی چھین جھپٹ میں ایک دوسرے سے الجھے نظر آتے ہیں ۔ پھر بھلا نبوت سے عظیم مرتبہ کی طلب کس کے دل میں پیدا نہ ہوتی ۔ صرف یہ معروضہ ہی نہیں بلکہ جھوٹے دعویداران نبوت رسول سے پہلے رسالتمآبؐ کے زمانہ میں اور ماضی قریب تک میں ملتے ہیں اور کون کہہ سکتا ہے یہ سلسلہ آیندہ باقی نہ رہے گا ۔ غلط دعویدار نبوت کی تصدیق سے صرف دنیا ہی تباہ نہ ہوتی آخرت کی تباہی کا سامان بھی تھا ۔ لہٰذا اللہ کے لئے ضروری تھا کہ اگر وہ رب الارباب اور ارحم الراحمین ہے تو انسانوں کو غلط روی اور دھوکے سے بچانے کے لئے شک وشبہ سے بالاتر ایسی علامتیں اور نشانیاں مقرر کرے جن سے سچے اور جھوٹے دعویداران نبوت میں فرق کیا جاسکے ۔ اسی نشانی اور پہچان کا نام معجزہ ہے ۔

(جاری)